انوار الصوفیہ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۵۶۴ — سیالکوٹ شہر

اجرا کردہ و قائم کردہ عالیجناب حضرت امیر الملت اعظم البرکت زبدۃ الاولیاء حامی پیر علیشاہ محمد جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی

عالیجناب فضیلت مآب مولانا الحاج صدر الافاضل سراج الملت صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پوری

انوار الصوفیہ

ماہنامہ

جلد نمبر ۱۹

سالانہ چندہ پانچ روپے

سیالکوٹ

شمارہ نمبر ۱

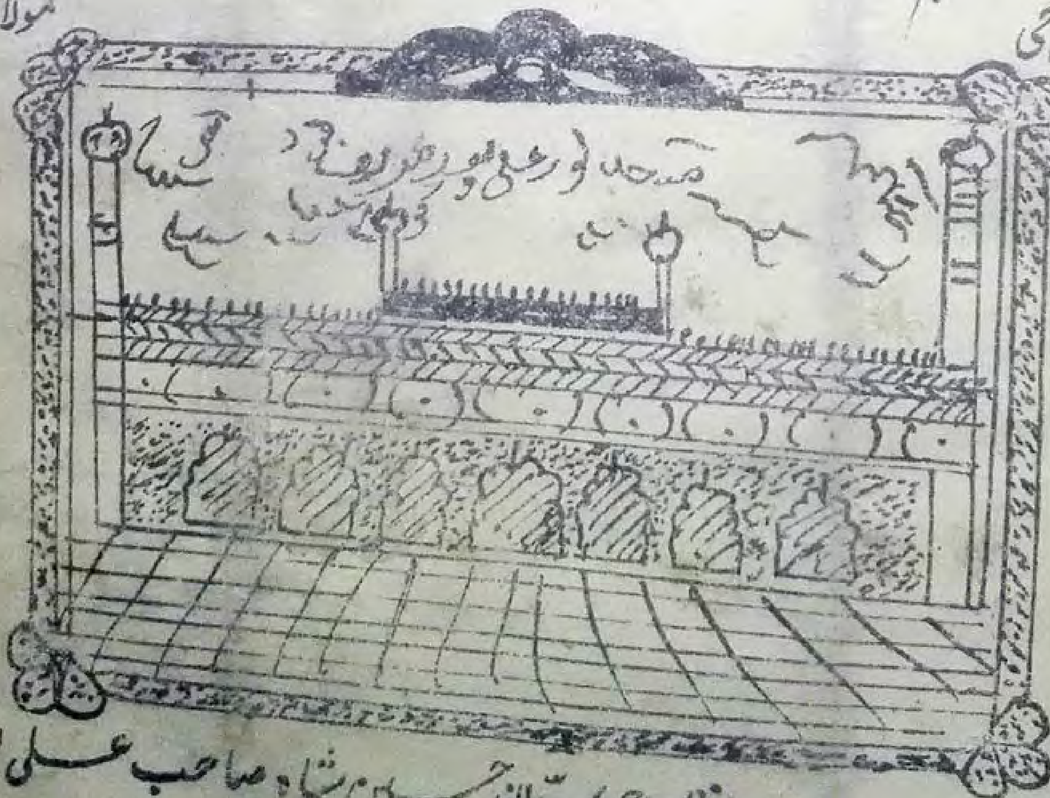
ششماہی چندہ تین روپے

قیمت فی پرچہ ۲ آنے

ماہ جنوری ۱۹۵۶ء

مدیر مسئول الحاج مولانا حاجی مہر عبد الحق صاحب مہتمم رسالہ

مدیر مسئول مولانا غلام رسول صاحب گوہر



عالی جناب عالی قدر جناب صاحبزادہ حافظ حاجی سید انور حسین شاہ صاحب علی پوری

مولانا الحاج عالیجناب ڈاکٹر محمد اللہ دتا صاحب کنجاہی

قواعد وضوابط: (۱) علم تصوف کی اشاعت کرنا (۲) بزرگانِ دین کی سوانحِ عمریاں پیش کرنا (۳) کتاب و سنت و فقہ کی روشنی میں پیش کرنا۔ (۴) عوام کے افعال و اعمال اور ان کے اخلاق سدھارنا۔

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

(غزل)

جب سے سُنا ہے ہم نے ذکرِ جمال تیرا
تڑپا رہا ہے دل کو شوقِ وصال تیرا

ہر رنگ میں نہاں ہے توحید ذاتِ مطلق
ادنیٰ سا ایک یہ ہے وصفِ جمال تیرا

نعمت وہ کونسی ہے بخشی نہیں جو ہم کو
ہم پر بڑا کرم ہے اے ذوالجلال تیرا

کیا بے تکلفی ہے سوئے ہیں جب کبھی ہم
چونکا گیا ہے ہم کو آ کر خیال تیرا

کہتا ہے لطفِ باری ہر بندۂ حزیں سے
کچھ مانگ رد نہ ہوگا ہرگز سوال تیرا

گو عشق کا ہوں مجرم لیکن کہوں گا سب کچھ
آنکھوں میں کام کیا ہے اے انفعال تیرا

محفل میں بیٹھتے ہیں جب مل کے چار صوفی
آتے ہیں وجد میں ہم سُن سُن کے حال تیرا

دل کیا ہے جان بھی ہم صدقے کر چکے تجھ پر
جو کچھ دیا ہے تو نے وہ سب ہے مال تیرا

رکھا ہے ہم نے اُس کو جب آرزو بنا کر
[illegible] نکل کے جائے کیونکر خیال تیرا

[illegible] سے یہ ثابت ہوا ہے ہم کو
قدرت دکھا رہی ہے سب کو کمال تیرا

گو جانتے ہیں ہم بھی معنیٔ نحن اقرب
دوری سے سخت تر ہے لیکن وصال تیرا

ہم عشق کے ہیں بندے کیونکر کریں شکایت
راحت سے ہے زیادہ ہم کو ملال تیرا

مغرور شاہ اپنی دنیا ہی میں بڑھا لیں!
دیکھیں گے حشر کے دن رعبِ جلال تیرا

یارب بتا دے ہم کو آئے جو حشر کا دن
مجرم جواب کیا دیں سُن کر سوال تیرا

احسان کہہ رہی ہے شرمِ گناہ مجھ سے
کیونکر بخیر ہوگا مر کر مآل تیرا

نعت شریف

ملائک میں یہ تذکرہ آج ہے — کہ آتا حبیبِ خدا آج ہے
ہر ایک آسماں سج رہا آج ہے — عجب رات صلِّ علیٰ آج ہے
خدا طالبِ مصطفےٰ آج ہے!

فرشتوں نے باندھا پرا آج ہے — سلامی کا موقع ہوا آج ہے
خوشی یہ جو اب جا بجا آج ہے — کہوں تجھ سے کیا میں کہ کیا آج ہے
محمد کو اوجِ دنیٰ آج ہے

وہ پردے جو واللیل یغشیٰ کے تھے — رخِ والضحیٰ سے وہ سب اٹھ گئے
یہی کہتے تھے بس ہر ایک چرخ پے — نہ دیکھا ہو جس نے تو وہ دیکھ لے
کہ احمد کا برقع اٹھا آج ہے

یہ موسیٰ سے کہہ دو کہ آ دیکھ لیں — نہ دیدار کی دل میں حسرت رکھیں
جو مقدور رکھتے ہوں سودا کریں — یہی غُل تھا بازارِ لاہوت میں
تماشائے اخفیٰ انا آج ہے

وہ حب تک کہ یاں ظلِّ انسان پہ تھا — بشر کا تھا اطلاق اس پر روا!
مکیں لامکاں کا جو اب بن گیا — تعین سے پھر لا تعین ہوا!
خودی عین ذاتِ خدا آج ہے

یہ ہے ساکنانِ فلک کا بیاں — کہ پھر ایسا دیکھیں گے جلوہ کہاں
چلے چھوڑ کر اپنا اپنا مکاں — سبھی محوِ دیدار تھے قدسیاں
نئی شان میں دلربا آج ہے

نہیں فہم سے گرچہ رونق قریب — تو لوں ایسی دولت ہو کیونکر نصیب
نوشاہِ ولایت سے کیا ہے عجیب — ولی کو میسر ولائے حبیب!
طفیلِ ولیٔ الولا آج ہے!

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دفتر سوم

مکتوب ۴۸

ایت کریمہ لا یمسّہ الا المطہرون کی تاویل میں سعادت وارث دین کا میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہٗ القرآن الکریم لا یمسّہ الا المطہرون (بیشک یہ قرآن کریم ہے۔ اس کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاک لوگ)

ایت کریمہ کی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ رمز جو فقیر کے فہم قاصر میں اسی مقام میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی پوشیدہ اسرار کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر وہ لوگ جو تعلقات بشریت کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہوں۔ جب قرآنی اسرار کا مس کرنا پاک لوگوں کے نصیب ہو۔ تو پھر اوروں کا کیا حال ہے۔ دوسرا رمز یہ ہے۔ کہ قرآن کو نہ پڑھیں مگر وہ لوگ جن کے نفس ہوا و ہوس سے پاک ہو گئے ہوں۔ اور شرک جلی اور خفی اور انفسی اور آفاقی خداؤں سے صاف ہو گئے ہوں۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ مبتدی سلوک کا حال کے مناسب ذکر اور ماسوائے مذکور کی نفی ہے۔ یہاں تک کہ ماسوائے کچھ نہ رہے۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اس کی کچھ مراد نہ ہو۔ اور اگر تکلیف کے ساتھ بھی اس کو اشیاء یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئیں۔

جب ایسا حال ہو جاتا ہے۔ تو شرک سے پاک اور انفسی اور آفاقی خداؤں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس وقت لائق ہے۔ کہ ذکر کی بجائے قرآن کی تلاوت کرے۔ اور تلاوت کی بدولت مدارج حاصل کرے۔ اس مذکورہ حالت کے حاصل ہونے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت ابرار کے اعمال میں داخل ہے۔ اور اس حالت کے حاصل ہونے کے بعد تلاوت قرآن مجید مقربین کے اعمال میں شمار ہوتی ہے۔ مقربین کے اعمال تفکرات کی قسم سے ہیں۔ آپ نے تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ او سبعین سنۃ۔ ایک ساعت کا تفکر ایک سال یا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہی سنا ہوگا۔ تفکر کے معنے باطل سے حق کی طرف عبرت حاصل کرنے کے ہیں۔ جس قدر فرق ابرار و مقربین کے درمیان ہے اسی قدر فرق عبادت اور تفکر کے درمیان ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ مبتدی کا وہ ذکر جو مقربین کے اعمال میں شمار ہوتا ہے۔ وہ ہوتا ہے۔ جو اُسنے شیخ کامل و مکمل سے حاصل کیا ہے۔ اور اس کا مقصود سلوک طریقت ہے۔ ورنہ وہ ذکر بھی ابرار کے اعمال میں شمار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتری

...اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

نیازمندانہ سلام بہ عالی بارگاہ خیرالانام علیہ السلام

(از محمد کرم الٰہی کمترین غلامان غلام امیر الملت سرکار علی پوری نوراللہ مرقدہٗ)

اسلام اے صدر بزم انبیاء و مرسلین
السلام اے شاہد عالم الشفیع المجرمین
السلام اے مظہر انوار رب ذوالجلال
السلام اے ہادی عالم امام الانبیاء
السلام اے نور از انوار رب لایزال!
السلام اے خاتم پیغمبران و مرسلاں
اے خدا برساں فقیرانہ سلام عاجزاں

السلام اے سائر ہفت آسمان عرش بریں
السلام اے شافع اعظم بروز داد و دین
السلام اے واقف اسرار رب العالمین
السلام اے مصلح اعظم امام المصلحین
السلام اے قاسم انعام رب العالمین
السلام اے معطی ایمان و عرفان و یقین
در حضور حضرت محبوب رب العالمین

از فقیر خستہ دل کرم الٰہی صد سلام
بر مقدس روح حضرت رحمۃ للعالمین

(دیگر نظم)

منکہ از بادۂ عرفان الٰہی مستم
از ازل دامن ایں پیر یگانہ و بستم
در عرفان الٰہی بدلم زاں بکشود
دیدۂ عاشقان و دلم چوں ز منا ظر بستم
من کہ بر چرخ بریں رفتن آساں دانم
رشتہ از دنیا بگسستم و بخدا پیوستم
چونکہ من حلقہ بگوش شہ بطحیٰ دارم
زاں کرم من از ہیبت محشر رستم
من کیم گویم بتو اے جانِ برادر بشنو
من سگے کوئے شہ پیر جماعت ہستم

مقامات حضرت مشکل کشا بلا گردان شہنشاہ نقشبندی بخاری قدس سرہٗ العزیز

گذشتہ سے پیوستہ

(۱) ایک غلام حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی ہے۔ کہ اس وقت جب کہ حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرو میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے درویش حضور کی صحبت اور خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہر طرف سے بحکم یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ، بہت جلدی کر رہے تھے۔ اور کے بیابان کی ریت کو پرنیاں (ریشمی کپڑا) کی طرح طے کرتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔ مصرع ؎

رہ وصلش کہ بہ پہلو کہ بسر شے باید دید

ترجمہ:۔ آپ کے وصل حاصل کرنے کا راستہ پہلوں اور سر کے بل چل کر طے کرنا چاہیئے) غدیوتی درویش بھی اس مبارک سفر میں گئے تھے۔ اس حال میں حضور خواجہ صاحب نے غدیوتی درویشوں کو بخارا کی طرف روانہ کر کے ان کو حکم فرماتے تھے۔ کہ وہ بخارا پہنچے سب سے اول خواجہ علاؤ الدین رح کے باغ کی عمارت کی تعمیر میں مشغول ہوں۔ اور اس عمارت کا نہایت اہتمام اور احتیاط سے کام کریں۔ اور کام کے لئے نہایت مبالغہ فرمایا اور تاکید فرمائی۔ اور وہ تمام درویش اس باغ انگور کی عمارت کی تعمیر میں مشغول ہوئے۔ مگر اتفاق سے جیسی کہ احتیاط حضور خواجہ صاحب نے فرمائی تھی کہ تعمیر میں احتیاط کریں۔ انہوں نے نہ کی۔ اور بعض جگہ ان سے غلطی ہو گئی۔ اور جب حضور خواجہ صاحب مرو سے بخارا تشریف فرما ہوئے۔ اور حضور کے غلامان اور یاران قدمبوسی اور استقبال حضور خواجہ صاحب کے لئے نہایت ہی جلد حاضر ہوئے۔ اور جس وقت حضور کی نورانی نظر غدیوتی درویشوں پر پڑی۔ تو حضور نے حضرت خواجہ علاؤ الدین نور اللہ مرقدہٗ کے انگور کے باغ کی عمارت کی تعمیر کا قصہ بیان فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ تم نے فلاں فلاں مقام پر تعمیر میں غلطی اور تقصیر کی ہے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ درویش کو چاہیئے کہ جو کام کہ اس کا مقتدا فرمائے۔ اس کو اسی طرح کیا جائے۔ اور تسلیم کرے کہ اس کی اسی طرز اور طریق سے بجا آوری ہی اس کے لئے وسیلہ سعادت ہے اور نجات ہے۔

(۲) حکایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک دن محمد ترک کوفنی جو حضور رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول درویشوں میں سے تھا۔ ایک دن بخارا کے بازار میں ایک درویش کی دکان پر بیٹھا تھا۔ اور اس درویش کو اس وقت جذبہ کمال کی قوت حاصل تھی اور نہایت ہی بلند مقامات کی نسبت گفتگو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس نے کہا۔ کہ درویش ایسا ہونا چاہیئے یا درویش کو ایسی قوت نور حاصل ہونی چاہیئے۔ کہ اگر ایک مچھر بغداد شریف میں درخت کی شاخ پر بیٹھا ہو۔ تو اس کو یہاں سے (بخارا سے) دیکھ سکے۔ جب وہ ایسی گفتگو کر رہا تھا تو اس

کے بعد حضور خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ تشریف لائے اور حضور نے اس کو فرمایا۔ کہ ایسی باتیں تمہارے کس کام آنے کی ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ دین اسلام اور اہل اسلام کی غم خواری کرو۔ اور شریعت مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت قدم رہو۔ ایسی باتیں جو تم کرتے ہو۔ اس کام کے لئے کافی نہیں ہیں۔ حاضرین حضور خواجہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس اشراف اور شفقت سے نہایت خوش ہوئے۔

(۳) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حکایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ میں غدلوٹ میں رہتا تھا۔ اور اپنی زراعت کاری میں مشغول تھا۔ ایک دن غلہ کوٹنے میں مشغول تھا۔ اچانک دیکھا۔ کہ مقبول ربانی عزیز ایک بیل پہ سوار گذر رہا ہے۔ جب میں نے اُن کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مجھے اپنی طرف اشارہ کیا۔ اتفاقاً میرے پاس اس وقت چہار ہندوانہ تھے۔ دو کو وہاں چھوڑا۔ اور دوسرے دو لو کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضور نے ان دو ہندوانہ کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ جو دو بڑے ہندوانہ تھے۔ ان کو وہاں چھوڑ آیا۔ جب میں نے یہ سُنا۔ میں نے تعجب کیا۔ اور بہت جلد باقی دو بڑے ہندوانہ بھی اس بزرگ عزیز کی خدمت میں حاضر کر دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جلدی سے ان کے ٹکڑے کرو۔ کہ کھانے والے آرہے ہیں۔ جب ایک ساعت حضور (اس عزیز ربانی) کی خدمت میں بیٹھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مقدار حقوق آپ کی طرف سے مجھ پہ ثابت ہے۔ اس مناسب سے اور لازم ہے کہ ہم تمہارے گھر پہ تشریف لے چلیں۔ اور تمہاری خاتون نے گوسفند کے سر کا تنور میں بریہ پکایا ہوا ہے۔ (حالانکہ شیخ سعدی کو اس حال کی کوئی اطلاع نہ تھی) جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرکاب میں گھر میں پہنچا تو بالکل گھر میں اسی طرح بریہ پختہ تھا۔ جس طرح حضور نے فرمایا تھا۔ اس واقعہ سے میرے اور میرے اہل و عیال کے دل میں حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کی سعادت پیدا ہوئی۔ اور مدام حضور خواجہ صاحب کی صحبت پاک کا شیدا اور شیفتہ رہا ہوں +

جن جن اصحاب کے ذمہ چندہ بقایا ہے براہ کرم ارسال فرما کر رسالہ کی امداد فرمادیں۔

(بقیہ ارتحالات صفحہ ۲۳ سے آگے)

کی رضا۔ ان کی وفات سے اعلیٰحضرت امیر ملت تمام خاندان کو نہایت صدمہ ہوا۔ کیونکہ مرحومہ نہایت ہی خاموش اور متحمل طبیعت کی مالکہ تھی کبھی کسی عزیز کو کسی خادمہ کو کوئی سخت لفظ تک بھی نہ کہا تھا۔ نہایت ہی صابرہ۔ شاکرہ۔ ذاکرہ۔ شاغل صوم و صلوٰۃ کے پابند تہجد گذار تھے۔ پاک اور مقدس بزرگوں کی اولاد۔ اور اعلیحضرت امیر ملت سرکار علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر کلاں حضرت حاجی پیر سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حرم محترم بارگاہ ایزدی میں دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جنابہ کو فردوس بریں اعلیٰ علیین میں اپنے آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمادے۔ آمین حلقہ بگوشان سرکار علی پوری یاران طریقت کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ مرحومہ مغفورہ کی مغفرت کیلئے دعا کریں۔ ان کے

کلامِ رضا

مقتدائے اہلسنت اعلیحضرت علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام

اے شافعِ تر دامناں وے چارۂ دردِ نہاں
جانِ دل و رُوحِ رواں یعنی شہِ عرش آستاں

اے مسندت عرشِ بریں وے خادمت روحِ امیں
مہرِ فلک ماہِ زمیں شاہِ جہاں زیبِ جناں

اے مرہمِ زخمِ جگر یاقوتِ لب والا گُہر
عزت دہِ شمس و قمر رشکِ گل و جانِ جہاں

اے جانِ من جانانِ من ہم دردِ من درمانِ من
دینِ من و ایمانِ من امن و امانِ اُمتاں

اے مقتدِ شمعِ ہُدٰی نُورِ خدا ظلمت زدا
مہرت فدا ماہت گدا نُورت جدا از این و آں

عینِ کرم زینِ حرم ماہِ قدم انجم خدم
والا حشم عالی ہمم زیرِ قدم صد لامکاں

آئینہ ہا حیرانِ تو شمس و قمر جویانِ تو
سیارہا قربانِ تو شمعت فدا پروانہ ساں

گُل مست شد از بوئے تو دل فدائے روئے تو
سُنبل نثارِ روئے تو طوطی بہ یادت نغمہ خواں

بادِ صبا جویانِ تو باغِ خدا از آنِ تو
بالا بلا گردانِ تو شاخِ چمن سروِ چماں

در ہجر تو سوزاں دلم پارہ جگر از رنج و غم
صد داغ سینہ از الم وز چشم دریاہا رواں

بہرِ خدا مرہم بنہ از کارِ من بکشا گرہ
فریاد رس دادے بدہ دستے بما افتادگاں

مولےٰ زپا افتادہ ام دارم شہا چشمِ کرم
مہرِ عرب ماہِ عجم رحمے بحالِ بندگاں

شکّر بدہ گو یک سخن تلخ است بر من جانِ من
بارے نقاب از رُخ فگن بہرِ رعنائے خستہ جاں

مدنی تاجدار

(مبلغ اسلام حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب فاضل مراد آبادی کے قلم معجز رقم سے)

ہستی کا پہلا نقش — دائرہ کائنات کا مرکز مجموعۂ مخلوقات کا حرفِ اولین، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیر اعظم وہ تابان و درخشاں نورِ عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔ یہ کاتب قدرت کے قلم ایجاد کا سب سے پہلا نگار ہے۔ اسی نے اپنے حسن و جمال زیبائی و یکتائی، خوبی دلربائی سے ہمہ تن سراپا زبان ہو کر اُس کی صنعت و حکمت علم و قدرت بدیع نگاری، نادر طرازی، اوصاف کمال، عزت و جلال کی برملا شہادت دی (علیہ ازہر صلوات واطیب تسلیمات) اس کی شان والا سے اُس کی شان عالی ظاہر ہوئی۔ اس کی ہستی مقدس سے اس کی ہستی پاک پہچانی گئی۔ آیت۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم الآیہ۔ آیت۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق۔ الآیہ۔ قرآن پاک ان آیات طیبہ میں یہ تعلیم فرماتا ہے۔ کہ اللہ عز وعلا تبارک وتعالےٰ کی معرفت کا ذریعہ سید ابرار صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم کے محاسن واوصاف کی معرفت ہے عالم کی تمام ہستیاں اسی پاک ہستی کا صدقہ، جہاں کے سارے وجود اسی پاک وجود کا طفیل ہیں۔ بے شک ثانی اللہ اوّل پر موقوف اور اپنی ہستی میں اُسی کے دامن کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اوّل اپنے وصف اوّلیت میں لاثانی ہے۔ اس کا ثانی نہیں۔ اس ہستی مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل نہ ہمتا نہ عدیل۔ لاثانی نے لاثانی بنایا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے۔ اس روح مصور جان مجسم پر بے شمار درود جس کے وجود نے بے کیفت کا پتہ دیا۔ اور جس کے حسن ملیح نے محبوب حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھا، وہ حسن بے پردہ جو بے شمار حجاب رکھتا تھا۔ اور باوصف غایت ظہور واشراق کمال خفا واستتار میں تھا۔ ہر کہیں جلوہ افروز تھا اور کہیں نظر نہ آتا تھا ؎ بے پردگی تو پردۂ تو ؎ اے نورِ نظر حجاب تا کے

بحد و پایاں نشان رکھتا تھا اور بے نشان تھا۔ اس کا جلوۂ دلربا مدنی محبوب کے رخسار انور میں نظر آیا۔ آئینہ کی جلا نے یار کے رخ سے برقعہ اٹھایا۔ جو آنکھ میں نہ آ سکتا تھا۔ وہ دل میں سمایا۔ جس کا پتہ نہ تھا وہ رہنما ہوا، عشاق کی راہِ طلب میں حیرانی و پریشانی دور ہوئی۔ مراد طالب سے ہم آغوش ہے اور مطلب آرزومند کی

تلاش میں۔ بے نشانی نشان بنی۔ اور پردہ دید کا ذریعہ ہوا۔ چشم حرماں نصیب اور دیدۂ حیراں کو دید جمال میسر آئی۔ نظر بازی کے لطف اُٹھانے اور جان و دل فدا کرنے کا موقع ملا۔

چھپ کے پردے میں آنکھ کے وہ حسین
دل کے حجلے میں ہو گیا ہے مکیں
لاکھ پردے ہیں اور پردہ نہیں
جلوہ گر گشت یار پردہ نشیں
غمزہ زن گشت حسن در بازار

حسن ازل عربی شاہد کی طلعت میں نمودار ہوا۔ نورِ قدیم نے برزخی حجاب میں ظہور فرمایا۔ حق ہے کہ یہ ذاتِ برحق آئینۂ حق نما ہے۔ اسی کو تعین اوّل کہتے ہیں۔ یہی مخلوقات کا مبدء اور نور الٰہی کا پہلا پرتو ہے۔ یہی نائب حق اور خلیفۂ مطلق ہے۔ یہی آفرینشِ عالم کا مقصود ہے ع مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

حدیث قدسی۔ خلقت الخلق لاعرفهم كرامتك ومنزلتك على لولاك لما خلقت الدنیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ اے حبیب آپ کی کرامت و منزلت کی اُن کو معرفت کراؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہرگز دنیا کو پیدا نہ فرماتا"

تمام دنیا کو اسی پاک ہستی کی عزت و منزلت ظاہر کرنے کے لئے وجود مرحمت ہوا۔ سطوتِ الٰہیہ اور وجود حق اُسی کے وجود مبارک سے پہچانا گیا۔ جمال کبریائی کی معرفت اُسی کی بدولت ہوئی۔ کاتب ازل نے سب سے پہلا جو دلکش نقش رقم فرمایا۔ سب سے اوّل جس ذاتِ اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نورِ پاک تھا۔ یا جابر ان اللہ خلق نور نبیک قبل الاشیاء۔ اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا جلیل منصب مرحمت کیا۔ اس کی خلافت عظمےٰ و نبوتِ کبرےٰ کا سکہ جاری ہوا۔ فرمانروائی و حکمرانی کے اعلان کئے گئے۔ نیابتِ حق کے اورنگ و سریر پر متمکن فرما کر عزت و جلالت کا تاج زیب سر اقدس فرمایا۔ تخت نشینی و تاج پوشی کی دھوم مچی اور ابھی تک آدم (علیہ السلام) کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی۔ ابو البشر کا پتلا بھی نہیں بنا۔ کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد۔ کنت نبیاً و آدم لمنجدل فی طینتہ

بابائے شفیق ہر دو عالم
فرزندِ خلف ترین آدم
از عیسیٰ مریمی مؤخر ؛ بر عالم و آدمی مقدم
اے نام تو بر زمیں محمدؐ ؛ خوانند بر آسمانت احمد

نیا مولود۔ کائنات میں کسی ہستی کا ظہور کسی نئے نقش کی نمود۔ کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا۔ بڑی پُر لطف بات ہے۔ جس کے لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ انتظار کھینچے جاتے ہیں۔ آنکھیں شوق کے ساتھ دید کے لئے وا ہوتی ہیں۔ دلوں کو سرور کی

لذت حاصل ہوتی ہے۔ عالم ازینکہ یہ ہستی کسی رُتبہ اور منزلت کی ہو حتےٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں۔ اُن پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی۔ اُس پر کس حیرت و استعجاب سے لگاہیں پڑی ہوں اور اُس کی تعریف سے ہر زبان نے استلذاذ کیا۔ ہوائی جہازوں کی خبریں کس شوق کے ساتھ سُنی جاتی ہیں۔ اُن کے تذکرے کس لُطف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ ہر نئی چیز سے طبیعت کو ایک بشاشت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ کل جدید لذیذ۔ جب ادنےٰ درجہ کی موجودات اور اپنے وہم وخیال کی بنیاد ویرانہ پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی ہیں۔ نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے۔ اور فرح وانبساط کا موجب ہوتا ہے۔ دنیا جس سے ایک نئی زینت حاصل کرتی ہے۔ تو کسی اعلےٰ مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صانع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت کیسی عظمت وجلالت، کس قدر فرح وطرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا۔ اور دنیا میں اُس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی، کیسی دھوم دھام ہوگی۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے۔ کہ ہر غریب اور ادنےٰ شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو روز استقرار حمل سے وضع کی ساعت تک ماں باپ، عزیز اقارب اور اُن کے دوست احباب کیسا لُطف انتظار کرتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں، امیدوں کے مزے لیتے رہتے ہیں پیدائش کے وقت جب نیا مولود دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ تو سب پھول کی طرح کھل جاتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ دوست احباب کو مژدہ پہنچاتے ہیں۔ دہ شکر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ خط لکھے جاتے ہیں، تار دیئے جاتے ہیں۔ شیرینیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ عیش و نشاط کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں، دعوتیں کیجاتی ہیں۔ داد و دہش کا بازار گرم ہوتا ہے۔ خوشی کے سارے لوازم پورے کئے جاتے ہیں۔ پھر اس خوشی کے دن کی یاد تازہ کرنے کے لئے سال بسال سالگرہ کی جاتی ہے۔ اور اس میں دل کے حوصلے دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تو معمولی معاشرت رکھنے والوں کا تذکرہ تھا۔ دنیا میں اقبال واقتدار رکھنے والے تاج ودیہیم کے مالک، تخت وسریر کے والی نئے مہمان کا کس کرّ و فر سے استقبال کرتے ہیں۔ اور تولّدِ فرزند کی خوشی میں کیا کیا اولوالعزمیاں دکھاتے ہیں۔ یہ بھی ادنےٰ وجود ہیں۔ وہ اعلےٰ ترین کائنات جن کی پاک ہستیوں سے خدائے پاک کی ہستی پہچانی جائے۔ عالم میں انقلاب کر دیں، دنیا کو سبعی وبہیمی خواص کے پنجے سے چھڑا کر ملکی صفات کے ساتھ متصف بنا دیں۔ نفسانی کدورتوں کی بجائے ربّانی انوار سے قلوب کو معمور فرما دیں۔ انسانی نفوس کو شائستگی عنایت فرمائیں۔ دنیا کو دستگیر بنکر قعر ضلالت سے نکالیں۔ عدل و انصاف کے قوانین جاری کریں ظلم و جہالت

کی افواج کو شکست دیں، دور افتادوں کو منازلِ قرب تک پہنچائیں چھوٹے ہوؤں کو رب سے ملائیں۔ اُن کی ولادت مبارکہ عالم کے لئے رحمت، جہاں کے لئے نعمت، آفتاب کی طرح بلکہ اُس سے کہیں زیادہ اُن کا فیض برسرِ کرم ہے۔ اور کائنات کے تمام خوش نصیب اُس سے بہرہ اندوز اور فیضیاب ایسی پاک ہستیوں کا ظہور اور اُس کی یادگاریں کس فرح و طرب، کس خرمی و شادمانی کس شان و شوکت، کس دھوم دھام کی مستحق ہیں۔

آیت واذ قال موسٰی لقومہٖ یاقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء الآیہ۔

جب ادنٰے ادنٰے ہستیوں کے ظہور کی خوشی کی جاتی ہے۔ اور اُن کی یادگاریں قائم ہوتی ہیں۔ تو اعلیٰ ترین کائنات اور مقصود آفرینش جو ذات ہو اُس کے رونق افروز ہونے کی کس قدر خوشی ہونا چاہیئے۔ اور اُس کی یادگاریں کس شان و شوکت کے ساتھ قائم کرنا لازمی ہیں۔ کار سازِ قدرت نے اس وجود اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں فصلی اور موسمی تغیرات نے ایک عظیم انقلاب پیدا کرنے والی ہستی کے ورود کی خبر دی قحط سالی رفع ہوئی۔ تمام جہان مرفہ الحال ہو گیا۔ اس کو اس مولود مسعود کی دعوت عامہ اور ضیافتِ سرور کہئے خواہ اور خیرات سمجھئے حاصل یہ کہ عالمگیر مصیبت کے بجائے رحمتِ عامہ کا نزول ہوا خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے۔ سوکھے درخت پھل لائے۔ دُبلے جانور فربہ ہو گئے۔ بھوکے قحط زدہ سیر معلوم ہونے لگے۔ عالم کا نقشہ بدل گیا۔ دنیا کی کایا پلٹ گئی نظامِ قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک سرِّ الٰہی کے ظہور کا پتہ دیا۔ بُت خانوں میں ہل چل مچی۔ بُت سر بخاک ہوئے، جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے اُن کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی۔ عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان، زلزلہ میں آئے۔ فلک رفعت قلعوں کے کوہ سامان دیواریں شق ہوئیں۔ کنگرے سربسجود ہوئے۔ شیاطین کے تخت اُلٹ گئے۔ ربانی انوار خطۂ خاک کی طرف متوجہ ہوئے عالم ملائکہ میں دھومیں مچیں۔ روحانیت کے ورود سے صحن زمین پُر ہو گیا۔ آرزومندانِ جمال کی چشم تمنا وا ہوئی، نرگس منتظر کا فرش بچھا، رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا گلشن تمنا میں بادِ مراد چلی۔ بام کعبہ پر علم سبز نصب ہوا۔ کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ مچا جہان نور سے معمور ہوا۔ فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا شبِ غم نے بستر اٹھایا، صبح امید نے چہرہ دکھایا۔ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء یا ۱۲ ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت صبح صادق نے طلوع فرمایا۔ مکہ مکرمہ کے مقام پر عبدالمطلب کے گھر میں عبداللہ کے فرزند خلیل اللہ کے

نور نظر کونین کے سردار دارین کے تاجور نے آمنہ کے پہلو سے ظہور فرمایا۔ تشنگان جمال کو شراب دیدار سے سیراب فرمایا۔ آفتاب حق وہدایت طالع ہوا۔ نور الٰہی نے جلوہ فرمایا۔ تمام موجودات نے مرحبا کہا ؎

ولد الحبیب ومثلہ لا یولد — ولد الحبیب وخدہ یتورد
ولد الحبیب مطیبا ومکحلا — فالنور من وجناتہ یتوقد
یا قوم علی النبی صلوا — توبوا وتضرعوا وذلوا

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

(از عالیجناب فضیلتمآب مولانا محمد حبیب الرحمان خانصاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبی ومیر مجلس اشاعت العلوم حیدر آباد دکن)

ورد زبان جناب محمدؐ کا نام ہے۔ قابل درود پڑھنے کے اپنا کلام ہے

اللہ اللہ کیا شرافت ہے۔ اُس محفل ہمایوں کی جس میں جناب محبوب کبریا سرور اصفیا سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کا ذکر خیر ہو اور سبحان اللہ کیا سعادت ہے اُن اہل ایمان کی جو اس مجلس مبارک میں حسن عقیدت اور خلوص نیت سے حاضر ہوں۔ یہ وہ بزم باصفا ہے۔ جس میں انوار عالم اقدس سے نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ وہ بیان روح افزا ہے۔ جس کے سننے کو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ کہ میں بارہویں ربیع الاول کو اس مجلس پاک میں حاضر ہوا جو کہ مکہ معظمہ میں خاص مکان ولادت شریف میں منعقد تھی۔ اور اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول کا مذکور تھا۔ دفعتاً کچھ انوار وہاں بلند ہوئے میں نے جو بہ نظر تامل دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے۔ اُن ملائکہ کے جو ایسی متبرک محفلوں میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ انوار تھے رحمت الٰہی کے۔ پس اے مسلمانو! تم کو چاہیئے کہ اس انجمن عالی میں بصد ادب بیٹھو اور بخوب ذوق وشوق سے احوال خیر اشتمال سنو اور حاضرین پر یہ بھی واجب ہے۔ کہ درود بکثرت سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلعم پہ درود پڑھنے کا امر فرمایا ہے۔ اور حضرت سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو میرے ذکر کو سُن کر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ حدیث میں آیا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی سب مخلوق سے پہلے خدا نے میرے نور کو

پیدا کیا۔ **روایت** ہے کہ وہ نور عالم وجود میں آکر ستر ہزار برس تسبیح میں مصروف رہا اور پھر اُس سے ملائکہ عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین جن و انس غرض جملہ عالم کا ظہور ہوا۔ ازاں بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی اُس نور سے نورانی فرمائی گئی۔ اسی نور کی تعظیم منظور تھی جو رب العرش نے فرشتوں کو حضرت آدم کو سجدے کا حکم دیا اور یہی وہ گراں بہا امانت تھی جس کے تحمل سے پہاڑ اور زمین و آسمان عاجز ہو گئے۔ اور انسان کے حوصلۂ بلند نے بسر و چشم کہہ کر اُٹھا لیا ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ÷ قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

یہ نورِ رحمت ظہور پشتہائے پاک سے ارحام طیبہ میں نقل کرتا رہا یہاں تک کہ عرب کی عزت افزائی منظور ہوئی اور یہ ودیعت بدیع حضرت اسمٰعیل ع سے بنی اسمٰعیل کو اور بنی اسمٰعیل میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم میں عبد المطلب کو نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلعم کے والد ماجد عبد اللہ عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ چاہ زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے کھُد گیا تھا۔ ایک مدت تو وہ کنواں بدستور رہا لیکن پھر اَٹ گیا۔ اور اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ عبد المطلب نے اُس کنوئیں کی جگہ خواب میں دیکھی اور ارادہ کیا کہ اس کو پھر کھدوائیں قریش سدِ راہ ہوئے اور لڑائی کی نوبت پہنچی۔ بمصداق چاہ کن را چاہ درپیش نہ قریش اُس معرکہ میں مغلوب ہوئے اور عبد المطلب غالب۔ عبد المطلب کے اس وقت ایک ہی بیٹا تھا انہوں نے نذر کی کہ اگر پروردگار مجھکو دس بیٹے عطا فرمائے اور چاہ زمزم بھی بن جائے تو میں اپنا ایک بیٹا قربانی کروں خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے عبد المطلب کا مطلب پورا کر دیا دس بیٹے بھی ہوئے اور چاہ زمزم بھی درست ہو گیا اب اُنہوں نے ارادہ کیا کہ نذر پوری کریں۔ قرعہ جو ڈالا تو عبد اللہ کا نام نکلا۔ عبد المطلب اُن کو ذبح کرنے لے چلے چونکہ اُن کے چہرہ میں نورِ احمدی کی درخشانی تھی۔ اس لئے سب کو اُن کا ذبح ہونا ناپسند تھا۔ آخر سو اونٹ اُن کے سر پر سے قربان کر کے قربانی کر دی۔ عبد اللہ کی شادی بی بی آمنہ سے ہوئی جو وہب ابن عبد المناف کی بیٹی تھیں جس سال نورِ محمدی صلعم صلبِ پدر سے منتقل ہو کر بطنِ مادر میں آیا قریش صدمۂ قحط سے سینہ ریش تھے۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مینھ خوب برسا اور ساری سرزمین عرب سرسبز اور شاداب ہو گئی حتیٰ کہ اس برس کا نام قریش نے سنۃ الفتح والابتہاج رکھا یعنی فتح اور خوشی کا سال۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں آنحضرت کی ولادت باسعادت کی بشارت ہوئی۔ اور بشارت دینے والے نے آپ کے واسطے نام محمد صلعم بتایا۔ بارہویں ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات نے اس عالمِ خاک کو اپنے وجودِ باجود سے رشکِ افلاک بنایا۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت ÷ بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت

ادا خاک لٹھانے کی وہ ولادت ۔ چلانے نفی جھکی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا ۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا ۔ مرادیں غریبوں کی بر لانیوالا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا ۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ ۔ یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
مفاسد کا زیروزبر کرنے والا ۔ قبائل کا شیر و شکر کرنیوالا

خالق اکبر جل جلالہ نے اس لئے کہ غافل ہوشیار و خبردار ہو جائیں آنحضرت کے تولد کے وقت بہت سے امور عجیبہ ظاہر فرمائے۔ امام عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہو گئے تھے۔ کہ گمان ہوتا تھا کہ گر پڑیں گے۔ اس میں یہ ایما تھا۔ کہ حضرت سرور کائنات کل انوار کے مرکز ہیں۔ اور ہر شئے اپنے مرکز کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔ ملک فارس کے آتش کدوں کی آگ جو ہزار برس سے دھک رہی تھی بجھ گئی۔ اس میں یہ رمز تھی کہ دین حق کے جلوہ سے آتش پرستی کی گرم بازاری نہ رہے گی۔ دریائے ساوا سوکھ گیا اس میں یہ اشارہ تھا کہ اب آب پرستی اور پرستش دریا پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر پڑے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی رسالت سے بت پرستی کا منہ کالا ہوگا۔ نوشیرواں بادشاہ ایران کے محل میں زلزلہ پیدا ہوا اور اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے ؎

لرز کر گر پڑے چودہ کنگورے قصر کسریٰ کے
اٹھا جب شور عالم میں نبیؐ کی آمد آمد کا

چنانچہ آج تک وہ محل جس کا نام طاق کسریٰ ہے بغداد کے قریب شہر مدائن کے ویرانہ میں پھٹا کھڑا ہے۔ سیاح وہاں جا کر اب تک اس معجزے کو دیکھتے ہیں۔ اس میں یہ راز تھا۔ کہ آپ کی برکت سے شجاعان عرب کے قدم تخت جم پر جم گئے۔ اور شاہان عجم کی حکومت کی بنیاد ہل گئی۔ چودہ کنگورے گرنے میں یہ سِر تھا۔ کہ اس کے بعد چودہ بادشاہ اس خاندانی نوشیروانی میں اور فرمانروائی کریں گے۔ پھر قصر ابیض کا خزانہ غازیان عرب کا مال ہوگا۔ آپ کے والد تولد شریف سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ چھ برس کی عمر تھی۔ کہ آپ کی والدۂ ماجدہ نے رحلت کی اور جد امجد عبد المطلب پرورش ظاہری کے متکفل ہوئے۔ جب سن اقدس آٹھ پر پہنچا وہ بھی دنیا سے اٹھ گئے پھر آپ کے عم بزرگوار ابو طالب نے سرپرستی اپنے ذمہ لی۔ بارہ برس کی عمر میں ابو طالبؓ کے ساتھ آپ ملک شام کو تشریف لے گئے راستہ میں ایک نصرانی عابد نے جس کا نام بحیرا تھا اُن علامتوں سے جو اس نے اپنی کتابوں میں دیکھی تھیں آپ کو پہچانا اور دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیکر کہنے لگا کہ یہ بے شک رسول رب العالمین ہیں۔ آپ کے ہمراہیوں نے پوچھا تم نے کیسے جانا تو اس نے جواب دیا کہ جس وقت تم یہاں آئے میں نے دیکھا کہ شجر و حجر نے آپ کو سجدہ کیا۔ ۲۵ برس کی عمر میں آنحضرتؐ نے

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی اکتالیسویں سال حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آپ کی خدمت میں آئے اور سورہ اقراء نازل ہوئی جب سن شریف پچاس کا ہوا معراج واقع ہوئی۔ نزول وحی کے بعد تیرہ برس مکہ معظمہ میں قیام فرمایا پھر ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لے گئے اور دس برس مدینہ منورہ آپ کے جمال باکمال سے منور و مشرف رہا۔ ۲۷ غزوں میں بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور نو لڑائیوں میں تلوار چلائی۔ تین حج ادا فرمائے دو حج کے فرض ہونے سے پہلے اور ایک اس کے بعد یہ اخیر حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ خالق اکبر جل جلالہ نے آپ کو جمال ظاہری بھی کامل عطا فرمایا تھا ؎

وہ نبیوں میں ہوئے ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں ہوئے ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

حلیہ اشرف یہ ہے :- قد اقدس میانہ۔ رنگ ہمایوں سُرخ و سفید با نمکینی و ملاحت سر بزرگ بڑا۔ موئے شریف سیاہ و نرم اور کسی قدر گھونگروالے کبھی گردن تک اور کبھی کان کی لو تک۔ بالوں میں مانگ نکلی رہتی اور تیسرے روز تیل پڑتا۔ گوشِ حق نیوش متوسط پیشانی نورانی کشادہ و تاباں ابروئے مبارک باریک۔ خمیدہ اور کسی قدر ایک دوسرے سے جدا دونوں ابروؤں کے بیچ میں رگ ہاشمی تھی جو غصہ کے وقت اُبھر آتی تھی چشم خدا بین بڑی پتلیاں خوب سیاہ اور سپیدی میں سُرخی کے ڈورے۔ مژگاں شریف بڑی۔ رخسار معلیٰ نرم اور پُر گوشت لیکن نہ پھولے ہوئے۔ بینی پاک بلند اور روشن۔ دہن مقدس بڑا مگر نہ ایسا فراخ جو بدنما ہو دندان مبارک تابدار اور کچھ کچھ جدا۔ وقت تکلم یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دانتوں میں سے نور نکلتا ہے۔ اور ہنگام تبسم بجلی کی سی چمک محسوس ہوتی۔ چہرہ نہ لانبا نہ بالکل گول۔ ریش احسن خوب بھری ہوئی اور اُس کے گھنے بال سینہ کو پُر کرتے۔ گردن نور معدن صاف و شفاف گویا سانچے میں ڈھلی۔ دوش اقدس پُر گوشت باہم پیوستہ نہ تھے۔ اُن کے بیچ میں مہر نبوت دستِ حق پرست لانبے انگلیاں لمبی اور خوشنما۔ تمام بدن کے جوڑ خوب قوی اور مضبوط۔ کفِ دست کشادہ اور نہایت نرم ہتھیلیں سپید خوشبو جن میں بالوں کا نام نہیں سینۂ صفا گنجینہ چوڑا۔ پنڈلیاں گول ہموار اور صاف اور فی الجملہ باریک۔ کفِ پا رنگش آبرو ئے سرم پُر گوشت اور بیچ میں خالی۔ پاؤں کی انگلیاں مضبوط۔ انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی جن خوش قسمت بزرگوں نے وہ جمال جہاں آرا دیکھا اُن سب کی رائے اس پر متفق ہے کہ ایسی پاکیزہ شکل نہ آپ سے پہلے دیکھی نہ آپ کے بعد۔ مزاج عالی میں نفاست

بہت تھی۔ ہمیشہ صاف ستھرے رہنے کو پسند فرماتے اور میلے کچیلے آدمی سے ناخوش ہوتے جسم اطہر سے بُوئے جان پرور آتی جس راہ سے آپ تشریف لیجاتے خوشبو سے مہک جاتی اور جو وہاں سے گزرتا اس کو معلوم ہو جاتا۔ کہ حضور اس طرف سے تشریف لے گئے ہیں۔

آپ کا سایہ نہ تھا۔ سایہ تو اجسام کثیف کا ہوتا ہے آپ تو سراپا نور تھے پھر سایہ کس کا ہوتا ہے

یہ تھی رمز جو اُس کا سایا نہ تھا
کہ رنگ دوئی واں سمایا نہ تھا

آنحضرت صلعم کو جو دفعتاً دیکھتا جلالِ نبوت سے اُس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ مگر جب حضور میں رہتا اور لطف و مدارات دیکھتا اُس کا قلب آپ کی محبت سے مالامال ہو جاتا معجزات آپ کی ذات بابرکات سے بہت صادر ہوئے چند یہاں تحریر ہوتے ہیں۔ جب آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی حضرت ابوبکر صدیق رض ہمرکاب تھے۔ راستہ میں سراقہ بن مالک رض کافروں کے بھیجے ہوئے سوار نے آلیا حضرت ابوبکر نے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ کافر آن پہنچے۔ آپ نے کہا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اے ابوبکر کچھ رنج نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے بد دعا فرمائی فوراً اُس سوار کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ وہ فریاد کرنے لگا کہ مجھ کو اس بلا سے نجات دیجئے جو کافر راہ میں ملیگا اُس کو لوٹا لیجاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اُس کا گھوڑا نکل آیا اور اُس راستہ میں جو کافر اس کو ملا یہ کہکر لوٹاتا گیا کہ میں دیکھکر آیا ہوں ادھر کوئی نہیں گیا۔

دُوسرا معجزہ۔ غزوہ حدیبیہ میں پانی نبٹ گیا۔ اور پیاس کی شدت ہوئی۔ آنحضرت کے پاس ایک لوٹے میں پانی تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا اہل لشکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ سوائے اس لوٹے کے پانی کے فوج میں پانی بالکل نہیں نہ پینے کو اور نہ وضو کرنے کو۔ آپ نے دست مبارک اُس لوٹے میں رکھدیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح اُبلنے لگا سب نے خوب پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رض سے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس روز سب کتنے آدمی وہاں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو بھی سیراب ہو جاتے ہم سب پندرہ سو آدمی تھے۔

تیسرا معجزہ حضرت جابر رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت کے ہمراہ ایک مرتبہ چلے ایک کھلے میدان میں منزل ہوئی آپ قضائے حاجت کے واسطے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً وہاں کچھ آڑ نہ تھی میدان کے کنارے پر دُور دُور البتہ دو درخت تھے۔ آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ایک درخت کی شاخ پکڑ کر فرمایا اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ یعنی خدا کے حکم سے میرے ساتھ چلا آ۔ وہ درخت اس طرح آپ کے ساتھ ہولیا جیسے کوئی اونٹ کی نکیل پکڑے لاتا ہے۔ پھر آپ نے دُوسرے

درخت کی طرف قدم رنجہ فرمایا اور اس کو بھی وہی ارشاد کیا وہ بھی ہمراہ ہو لیا جب بیچ میدان میں آئے آپ نے حکم دیا کہ خدا کے حکم سے دونوں مل جاؤ۔ دونوں مل گئے۔ اُن کی آڑ میں بیٹھکر آپ نے فراغت حاصل کی پھر وہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔

چوتھا معجزہ حضرت سلمہ بن اکوع کے پاؤں میں زخم کا نشان تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ خیبر کی لڑائی میں میرے زخم لگا تھا۔ اُسے دیکھکر ساتھ والوں نے کہا کہ اب سلمہ رضہ نہ بچیں گے۔ میں حضور نبوی میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے تین بار لعاب دہن اس میں ڈال دیا اور سب شکایت جاتی رہی۔

پانچواں معجزہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ میری والدہ مشرک تھیں اور میں ہمیشہ اسلام لانے کے واسطے اُن سے کہا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام کی اُنہوں نے آنحضرت کی شان میں کچھ کلمات مکروہ استعمال کئے۔ میں روتا ہوا درِ اقدس پر حاضر ہوا اور گذارش کی کہ یا رسول اللہ میری ماں کے لئے دعائے ہدایت فرمایئے آپ نے فرمایا اللھم اھد ام ابی ھریرۃ یعنی اے اللہ ابو ہریرہ رضہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں آپ کی دعا سے خوش ہو کر چلا آیا گھر کے دروازہ پر جو پہنچا تو دروازہ بند۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سنکر کہا کہ ابو ہریرہ رضہ وہیں کھڑے رہو۔ میں کھڑا ہو گیا۔ اور پانی کے گرنے کی آواز سنی والدہ نہا کر اور کپڑے پہنکر کواڑ کھولنے آئیں اور ایسے جلد کہ دوپٹا بھی نہ اوڑھا دروازہ کھولا اور مجھکو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ میں دیکھکر آپ کو خوشخبری سنانے دوڑا اور جوش خوشی سے میرے آنسو جاری تھے۔ آپ نے سنکر شکر ادا کیا اور کلمات خیر فرمائے۔

چھٹا معجزہ۔ ایک شخص آپ کا منشی تھا۔ شامت اعمال سے مرتد ہو گیا۔ اور مشرکوں میں جا ملا آپ نے سنکر فرمایا زمین اس کو نہ لے گی۔ حضرت ابو طلحہ رضہ کہتے ہیں کہ اتفاقاً میرا گذر اُس سرزمین پر ہوا جہاں وہ مرا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی لاش باہر پڑی ہے میں نے پوچھا لوگوں نے کہا کہ ہم نے بہت دفعہ دفن کیا زمین اس کو قبول ہی نہیں کرتی۔

ساتواں معجزہ۔ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ آپ خطبہ فرمانے کے وقت ایک چوبی ستون سے تکیہ لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہوا اور آپ نے اُس پر استادہ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو وہ لکڑی کا ستون اس طرح چیخنے لگا کہ گمان ہوتا تھا۔ شق ہو جائے گا۔ آپ منبر سے اُترے اور اس کو پکڑ کر چپٹا لیا تب وہ چپ ہوا اور ایسی سسکیاں بھرنے

لگیں جیسے کسی بچے کے رونے سے چپ کرتے ہیں اور سسکتا ہے۔ حضرت جابرؓ نے کہا ہے۔ کہ وہ اس بیان کے شوق میں رویا جو آپ سے سنا کرتا تھا۔

۴۔ اٹھارواں معجزہ۔ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت آئی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ ایک وسیع زمین پر آباد ہوں گے جس کا نام بصرہ ہے۔ اس دریا کے کنارے جس کا نام دجلہ ہے۔ دریا پر پل ہوگا۔ وہاں آبادی بہ کثرت ہوگی اور وہ شہر منجملہ اُن شہروں کے ہوگا جو مسلمان آباد کریں گے۔ آخر زمانے میں قنطورا (نام قوم ترک) کی اولاد جن کے منہ چوڑے اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ حملہ کریگی۔ اور لب دریا اُترے گی اہل شہر کے تین حصے ہوجائیں گے۔ ایک حصہ جان بچانے کو بھاگے گا۔ اور جنگل میں ہلاک ہوگا۔ دوسرا فرقہ امان لے گا۔ وہ بھی قتل ہوگا۔ تیسرے فریق کے آدمی اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے لڑیں گے۔ وہ شہید ہیں۔ سبحان اللہ یہ پیشین گوئی ہمارے ختم المرسلین کی کیسی سچی ہوئی۔ دجلہ کے کنارے پر خلفائے عباسیہ نے متصل بصرہ شہر بغداد آباد کیا۔ اس کی رونق اور آبادی عروج کمال پر پہنچی۔ آپ کی وفات کے چھ سو چالیس برس بعد تاتاری ترکوں نے ہلاکو خاں کی ماتحتی میں بغداد پر حملہ کیا۔ بڑے بڑے علماء اور خلیفہ مستعصم باللہ امان لیکر باہر نکلے تاتاریوں نے سب کو ذبح کر ڈالا۔ ہزاروں مسلمان لڑکر شہید ہوئے بہت سے بیچارے جان بچا کر بھاگے خدا جانے غربت اور پریشانی میں کس مصیبت میں بیچارے مرے۔ حضرت کی ذات بابرکات جامع جمیع صفات وکمالات تھی۔ خالق عالم جل جلالہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ اے محمدؐ تمہارا خلق بہت بڑا ہے۔ آپ کے حلم اور عفو کا یہ عالم تھا کہ جب جنگ احد میں مشرکین سے لڑائی ہوئی تو آپ کا نیچے کا ایک دانت پتھر کے صدمے سے شہید ہوگیا۔ سر گنجینۂ اسرار میں ایک زخم لگا۔ اور چہرۂ مبارک پر خون بہنے لگا۔ اصحابؓ نے جو یہ رنگ دیکھا۔ اُن کو بہت شاق ہوا۔ اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ان کافروں کے حق میں بددعا فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں بددعا کرنے کے واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ خدا نے مجھ کو اپنے مخلوق کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے۔ پھر اُن کافروں کے حق میں یہ دعا زبان حق ترجمان پر جاری ہوئی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اے خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ اللہ اللہ یہ بلندی حوصلہ کفار کی وہ شقاوت اور آپ کی یہ شفقت اُنھوں نے زحمت پہنچائی آپ نے دعائے خیر سے اُن کو یاد کیا اور پھر اس لطف سے کہ قومی کہکر اور بارگاہ الٰہی میں اُن کی طرف سے عذرخواہی بھی کردی کہ وہ یہ جہالت اس لئے کرتے ہیں کہ میرا مرتبہ نہیں سمجھتے ہیں۔

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ ؛ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جُود و سخاوت کا یہ حال کہ حضرت جابر رضؓ بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کبھی سوال کے جواب میں لا نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس آئے اُن کو آپ نے بانٹنا شروع کیا جو سامنے آیا اُسی کو عطا فرماتے گئے۔ یہاں تک کہ سب اُسی وقت بانٹ دیئے ہے

بر روئے زدہ کفِ خجالت ؛ با جود کفِ تو بحرِ مواج

شجاعت اور بہادری کی یہ کیفیت تھی۔ کہ حضرت علی رضؓ شیرِ خدا فرماتے ہیں۔ کہ جب لڑائی کا معرکہ گرم ہوتا تھا۔ تو آنحضرت صلعم سب سے آگے ہوتے تھے۔ ایک شب مدینہ والوں کو کچھ خوف پیدا ہوا اور آدمی باہر دوڑے کہ دیکھیں کیا ہے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپ سب سے پہلے مقام خطرناک پر اس شان سے پہنچ گئے تھے۔ کہ ابو طلحہ رضؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ اور تلوار شانہ سے آویزاں تھی۔ ان لوگوں کو آپ یہ فرماکر تسلی دینے لگے۔ لم تراعوا مت گھبراؤ ہے

وصفِ حیا بوقتِ صولتِ اعدا ؛ کوہ خجل ماند از ثبات محمدؐ

حیا کا یہ نقشہ کہ اگر کوئی شخص بُرا کام کرتا اور آپ اُس کو سنتے تو نصیحت فرمانے کے وقت اس آدمی کا نام نہ لیتے بلکہ یُوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ جو ایسے بُرے کام کرتے ہیں۔ خلق خدا پر عنایت و شفقت کا یہ حال تھا کہ آپ کی رافت و مہربانی اپنے بندوں کے حال پر ملاحظہ فرماکر خود خدا تعالےٰ نے اپنے دو نام نامی آپ کو بطور خطاب عطا فرمائے۔ یعنی وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اُس رحمت پر روح فدا ہو جس کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ نے کافروں پر بھی اگلی اُمتوں کے گنہگاروں کی طرح عذاب نازل نہیں فرمایا اور منافق بدسرشت آفتِ قہر سے بچے رہے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے سب یہی خیال کرتے کہ سب سے زیادہ نظرِ عنایت مجھی پر ہے۔ حضرت انس رضؓ سے ہے کہ میں آٹھ برس کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک آپ کی خدمت کرتا رہا کبھی آپ نے ہُوں نہیں کہا۔ اگر میں نے کوئی کام کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں یہ کام نہیں کیا۔ اگر نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز گوش مبارک میں جاتی تو غائت لُطف سے آپ نماز جلد ختم فرما دیتے تاکہ اُس بچے کے مربیّ اُس کی تسکین و تشفی کر سکیں۔ بلّی پیاسی آتی تو آپ پانی کا برتن اُس کی طرف جھکا دیتے اور جب تک وہ خوب نہ پی لیتی آپ برتن جھکائے رکھتے عہد کی استواری اور وفاداری اس قدر تھی کہ ایک یہودی کا قرض آپ کے ذمہ تھا۔ ایک دن اُس نے تقاضا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے اُس نے کہا کہ اے محمدؐ میں تم کو یہاں سے بے لیے نہ جانے دوں گا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اچھا میں تمہارے پاس بیٹھا جاتا ہوں۔ یہ کہکر آپ وہاں بیٹھ گئے اور پانچوں وقت کی نماز وہیں آپ نے پڑھی۔ صحابی اُس یہودی کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے۔ آخر آپ سے عرض کرنے لگے۔ کہ یا رسول اللہ ایک یہودی آپ کو

روکے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو عہد شکنی سے منع فرمایا ہے۔ جب دن چڑھا تو وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ گستاخی میں نے اس واسطے کی کہ دیکھوں توراۃ میں جو صفت نبی آخر الزمان کی ہے۔ آپ میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اب مجھ کو معلوم ہوگیا کہ بیشک آپ سچے نبی ہیں۔ وہ یہودی بڑا مالدار تھا۔ اپنا سب مال لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ اس کو راہ خدا میں صرف کردیجئے۔ آپ کو حضرت حلیمہ نے دودھ پلایا تھا۔

جب کبھی وہ آتیں تو آپ اپنی چادر بچھا دیتے کہ وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ حضرت خدیجہ رض آپ کی بیوی تھیں۔ اگرچہ ان کا انتقال ہوگیا لیکن جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ فرمادیتے یہ فلاں عورت کے گھر دے آؤ خدیجہ رض سے اور اس سے محبت تھی۔

جب حضرت خدیجہ کی کوئی ملنے والی دولت خانہ پہ آنکلتی تو آپ بڑی نوازش و نرمی سے اس کا حال پوچھتے۔

تمکین و وقار ایسا کہ آپ کبھی قہقہہ نہ مارتے صرف تبسم فرماتے اکثر سکوت میں رہتے اور بے ضرورت کلام نہ فرماتے مجلس میں باآواز بلند کوئی بات نہ کرتا حاضرین اس طرح ساکت بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔

آپ کے زہد کی یہ کیفیت تھی۔ کہ اگرچہ اخیر زمانے میں آپ حجاز و دیگر ممالک عرب اور عراق و شام کے سرحدی ملکوں کے بادشاہ تھے لیکن حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آپ نے کبھی دو دن برابر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت کر گئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں چولھے میں آگ نہ جلتی اور مع اہل و عیال کے صرف سوکھی کھجوروں پر قناعت فرماتے آپ اپنا جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے پھٹے پرانے کپڑے سی لیتے غرض اپنا کل کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے اور فرماتے تھے کہ اپنا کام اپنے آپ کرنا چاہیئے۔ کسی دوسرے کی مدد کا محتاج اتنا بھی نہ رہے۔ کہ مسواک کے ٹکڑے کی برابر اس سے مدد مانگے۔ ایک دفعہ سفر میں آپ نے بکری ذبح ہونے کا حکم دیا۔ ایک نے کہا ذبح میں کرونگا دوسرا بولا کھال میں اتارونگا۔ تیسرے نے کہا میں پکاؤنگا۔ آپ نے فرمایا لکڑیاں میں لاؤنگا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کی طرف سے ہم لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا یہ سچ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو سب یاروں سے بہتر بنالوں خدا اس بات کو پسند نہیں فرماتا یہ کہکر آپ لکڑیاں لینے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطلحہ رض کہتے ہیں۔ کہ ابتدائے عہد میں ہم نے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے۔ کہ ایک ایک پتھر ہم سب کے پیٹ سے باندھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا شکم مبارک دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ روحی فداک یا رسول اللہ!

تواضع اور انکسار آپ کے مزاج میں ایسا تھا۔ کہ مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے اہل محفل کے زانو سے اپنا زانوں آگے نہ بڑھاتے اگر صحابہ رض آپ کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوتے تو آپ ان کو منع فرما دیتے کوئی مسکین بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لیجاتے اگر کوئی غلام بھی دعوت کرتا تو آپ قبول فرما لیتے۔ آپ کی

آپ کی شان جلال دیکھ کر اکثر آدمی خائف ہو جاتے تو آپ اُن کی یوں تسکین فرماتے کہ میں کوئی بادشاہ قہار نہیں ہوں قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں تم مطمئن رہو۔

امانت آپ میں ایسی تھی کہ خدا تعالےٰ قرآن پاک میں آپ کی امانت کی مدح فرماتا ہے۔ مُطاعٍ ثَمَّ امین۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا۔ کہ کفار مکہ ہر چند آپ کے سخت دشمن تھے۔ مگر جب کوئی اُن سے آپ کی نسبت سوال کرتا تو یہی کہتے کہ چاہے کچھ ہو آپ امین اور سچے تو ضرور ہیں۔ جب آپکا فرمان ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ کے پاس پہنچا تو اُس نے اہل دربار کو حکم دیا کہ دیکھو آجکل ہمارے شہر میں عرب بھی ہیں۔ یا نہیں اگر ہوں تو میرے سامنے لاؤ تاکہ اُن سے آپ کے حالات دریافت کروں۔ اتفاقاً قریش کا ایک کارواں وہاں گیا ہوا تھا۔ ابو سفیان رضی قافلہ سالار تھے۔ بادشاہ نے اُن سے پوچھا کہ یہ نبی کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ تو ابو سفیان رضی نے باوجود کافر ہونے کے کہا کہ نہیں۔ آپ نے آج تک کبھی خیانت نہیں کی اور نہ کبھی جھوٹ بولتے ہیں ؎

حق جلوہ گر ز طرز بیانِ محمد ست
آرے کلام حق بزبانِ محمد ست

آپنے رب کا خوف اس قدر تھا۔ کہ شب کو نماز میں یہاں تک قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر جاتے۔ آپ کی یہ جفا کشی دیکھ کر صحابیوں رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ خدا نے عفو فرما دیئے پھر کیوں اس قدر تکلیف اور زحمت آپ اُٹھاتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً۔ یعنی جب خدا نے مجھ پر اتنے احسان کئے ہیں۔ تو کیا میں شکر بھی نہ ادا کروں۔

روایت ہے۔ کہ آپ ایک ایک دن میں سو سو دفعہ استغفار فرماتے نماز میں خشوع قلب کا یہ عالم تھا کہ فرط جوش سے سینۂ انوار خزینہ سے ایسی آواز نکلتی جیسے دیگچی جوش کھا رہی ہو ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ارتحال

نہایت دلی رنج اور اندوہ سے یہ جگر فراش دل دوز خبر درج رسالہ کی جاتی ہے۔ کہ جناب صاحبزادہ حاجی احمد حسین شاہ صاحب علی پوری کی والدہ محترمہ جو علیحضرت امیر ملت سرکار علی پوری نور اللہ مرقدہ کی بھاوجہ اور حضور اعلیٰ حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف اور مولینا الحاج پیر سید خادم حسین شاہ صاحب کی خوش دامنہ تھیں صرف ایک دن بیمار رہ کر ۲۰ نومبر ۱۹۵۵ء کو اس دار فانی سے بقضائے الٰہی دار بقا کو انتقال فرما ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ

باقی صفحہ ۳۰

حکایت حضرت ذوالنون مصری و سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ اسرارھما!

دلو ذوالنون به بایزید پیام ؛ کای گرفته بخواب خوش آرام
سر برآر که وقت بیگه گشت ؛ پای در نه که کاروان بگذشت
بایزیدش جواب داد که مرد ؛ آں بود در سرای صلح و نبرد
کہ رود در خواب و زہمه پیش ؛ بامداداں رسد بمنزل خویش
لیک در جمع طلبگاراں ؛ باشد ایں خواب خواب بیداراں
ہر کہ عمرے ز خواب دیده دلیست ؛ نہ بہر خواب او را یکدم دست

ذوالنون نے بایزید کو دیا پیغام ؛ کہ اے اسیر بخواب خوش آرام
سر اٹھا کہ وقت بے وقت ہوا ؛ چلو جلد کہ کارواں گذر گیا
بایزید نے جواب دیا کہ مرد ؛ وہ ہے ہنگام صلح و نبرد
کہ وہ سو جائے اور سب سے اول ؛ صبح پہنچ جائے وہ اپنی منزل
لیکن یہ خواب مجمع طلبگاروں میں ؛ خواب شمار ہوتی ہے بیداروں میں
جس نے عمر میں آنکھ بند نہ کی ؛ اسکو خواب دیتی نہیں ہوت یکدم بھی

اعلیحضرت امیر الملت عظیم البرکت سیدنا و مرشدنا بوقت تلقین طالبان کو فرمایا کرتے تھے۔ باوضو ہو۔ رات کو قبلہ و کعبہ کی طرف منہ کر کے ذکر و فکر و تصور میں سو جاؤ۔ تو تمہاری شب کی نیند بھی ذکر میں شمار ہوگی۔ اور جب صبح بیدار ہو تو اسی تصور اور ذکر یار میں ہی اٹھو۔ تمام رات بیداری اور ذکر میں ہی تصور رہوگی۔

راولپنڈی میں اعلیحضرت امیر الملت سرکار علی پوری نور اللہ مرقدہٗ کا چہارم سالانہ ختم شریف

مورخہ ۱۰ نومبر ۵۵ء مطابق ۱۴ ربیع الاول بروز جمعرات زیر صدارت جناب حاجی ڈاکٹر محمد عبدالمبین صاحب چہارم انجمن خدام الصوفیہ راولپنڈی کی طرف سے سالانہ ختم شریف کی مجلس کا انعقاد ہوا۔ شہر اور مضافات کے کافی غلامان اور یاران طریقت جمع ہو گئے۔ ختم قرآن شریف کیا گیا۔ نعت خوانی اور تقاریر سے حاضرین کے دلوں کو نور ایمان و عرفان سے بھرپور کر دیا گیا۔ رات کے گیارہ بجے نعت خوانی کے بعد قیام و سلام اور دعا کے بعد یہ مقدس اجلاس ختم ہوا۔ حاضرین ثنا لین کی دارین کی فلاح و بہبودی کے لئے دعا کی گئی۔

(از شیخ محمد امین بٹ بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ راولپنڈی)

تصوف ۔۔۔ تصور شیخ

گذشتہ سے پیوستہ

تصور کے معنی ہیں دھیان۔ خیال۔ ذہن میں کسی چیز کی صورت لانا۔ بنانا یا جمانا۔ اور یہ جیسا کہ مضمون ہذا میں اوپر بیان ہو چکا ہے۔ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) بے اختیاری (۲) اور اختیاری بے اختیاری پر تو اعتراض کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ کوئی فرد بشر اس سے بچا ہوا نہیں۔ ایسا کوئی آدمی نہیں ملیگا کہ جس کا دنیا اور اہل دنیا سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہ ہو۔ اور یہ تعلق ہی (اپنے اپنے موقعہ پر) متعلقہ شے کی شکل و صورت (تصور) آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ جتنا یہ تعلق زیادہ ہوگا۔ اتنا ہی متعلقہ شے کا تصور زیادہ صحیح اور کامل ہوگا۔ اور متعلقہ شے کی یاد آتے ہی سامنے موجود ہوگا۔ یاد کا سبب یا محرک کچھ ہی ہو۔ ایسی بڑھے ہوئے تعلق کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رح رابطۂ شیخ (تصور شیخ) کہتے اور وصول الی اللہ کے لئے اسے اقرب طرق (خدا تک پہنچنے کا نزدیک ترین راہ) سمجھتے ہیں۔ حتٰی کہ ذکر اللہ سے بھی زیادہ اسکو موثر جانتے ہیں۔ چنانچہ شروع مضمون میں جلد اول سے مکتوب ۱۸۷ اس کی دلیل میں درج ہو چکا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقٰی خواجہ محمد معصوم سرہندی رح فرماتے ہیں اے مخدوم شیخ کی صورت مبارک جو مرید کے دل میں از روئے محبت کے ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اسکو رابطہ کہتے ہیں۔ مرید کے لئے یہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔ اور ایک نعمت عظمٰی جس کے ذریعے مرید اپنے شیخ سے فیض روحانی بہایت آسانی سے حاصل کرسکتا ہے۔

از تحفہ محمد بشیر میاں پہلی بھیتی ص ۱۳ ذکر رابطہ مرشد

اول شکل تقرب الی اللہ کی ذکر دوام ہے۔ دوسری شکل مراقبہ ہے۔ (جس کا ذکر ہو چکا ہے) تیسری شکل تقرب الی اللہ کی رابطہ مرشد ہادی ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے۔ کہ مرشد ہادی کی خدمت میں ہمہ دم یا ہر روز با ادب حاضر رہا کرے۔ تو اسکی صحبت بھی بہت جلد اللہ تعالٰے تک پہنچا دے گی انشاء اللہ تعالٰی۔

اور اگر کسی وجہ سے مرشد سے دوری ہو جائے۔ تو مراقب ہو کر اس کو یاد کرے۔ اور اس کے روبرو اپنے تئیں حاضر جانے۔ اور تصور کرے۔ کہ فیض الٰہی قلب مرشد سے میرے قلب میں آرہا ہے۔ اور چہرۂ مرشد کو یاد کرکے دیکھے۔ کہ مرشد ہادی میری طرف متوجہ اور فیض رساں ہے۔ انشاء اللہ تعالٰی۔ حضوری مرشد وجہ حضوری حق تعالٰے ہو جائے گی۔ صحبت مرشد آلۂ فیض الٰہی۔ وسیلہ تقرب الی اللہ

بیشک ہے جیسے کعبہ رابطہ عبد اور معبود کا حالت
عبادت میں۔ ویسے ہی مرشد رابطہ ہے مرید کا طرف
اللہ کے حالت سیر و سلوک میں"۔

جناب محمد بشیر میاں صاحب کے بیان سے
معلوم ہوا۔ کہ تصور اختیاری کو بھی شرک نہیں کہہ سکتے۔
کیونکہ وہ صرف آلہ اور وسیلہ ہے عابد و معبود کے
درمیان تقرب الی اللہ کے لئے۔ نہ کوئی مستقل
اِلٰہ کہ اسکو شرک کہا جاسکے۔ بلکہ وہ جملہ معبودانِ
باطل اور ماسوی اللہ کی جڑیں کاٹنے والا ہے۔
چونکہ ذکر اللہ کثیر سے تبتّل حاصل ہوتا ہے۔
(مزمل شریف) اور تصور شیخ بقول حضرت امام
ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رح ذکر سے بھی
اس معاملہ میں زیادہ مؤثر ہے۔ اسی لئے مولانا
روم رح فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

یعنی ظلِّ پیر (تصور شیخ) کے سوا کوئی چیز بھی نفس کو
پورے طور پر مطیع اور فرمانبردار نہیں بناتی۔ تصور
شیخ ہی ہے کہ جس کے سامنے نفس سرکش دب
جاتا اور اپنی بری خواہشات سے باز آکر ملہمہ اور
پھر مطمئنہ بن جاتا اور فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي
جَنَّتِي کا مبارک خطاب اور شرف حاصل کر لیتا
ہے۔ مولانا رح کا فرمانا ہے۔ کہ چونکہ تصور شیخ ہی
سے نفس کی خواہشات کشتہ ہو جاتی ہیں۔ اِس
لئے ایسے نفس کش پیر کے دامن کو مضبوطی سے
پکڑ۔ ایسا کہ اسکی غیر حاضری میں بھی شیخ تصور کی حالت
میں تیرے ساتھ ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ سرکشی اور
لغزشوں کا احتمال تک باقی نہ رہے۔ وَلَا تَعْدُ
عَيْنَاكَ عَنْهُمْ پ ۱۵ ع ۱۶ میں اِسی کی طرف اشارہ
معلوم ہوتا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ
آگے آئیگا۔

الغرض تصور شیخ اختیاری ہو یا بے اختیاری
شرک کا اس میں شائبہ تک نہیں۔ جن چیزوں کی
طرف دیکھنا عبادت سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کہ بیتُ
اللہ (کعبہ شریف) کی طرف دیکھنا۔ مصحف (قرآن)
شریف کی طرف نظر کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
ماں باپ کے چہروں کی طرف دیکھنا وغیرہ وغیرہ
تو ان چیزوں کی طرف خواب میں دیکھنا یا نگاہ
تصور سے دیکھنا شرک نہیں ہو جاتا۔ بلکہ عبادت
ہی سمجھا جائیگا۔ بلکہ جتنا خیال یا دھیان (تصور میں)
ادھر لگائیگا۔ اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ ہاں اگر
ان ہی چیزوں کو خدا سمجھ کر ایسا کریگا۔ تو وہ
پھر ضرور مشرک ہو جائیگا۔ اِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔
(جب یہ نہیں تو وہ (شرک) بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ
کے محبوبوں اور اولیاؤں (اہل اللہ) کو بتوں سے
تشبیہ دینا یا ان پر قیاس کرنا نہایت شرمناک
اور تجاوز عن حدود الشرعیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہدایت دے۔ آمین۔

اشعار

تصوّر کو کہتے ہیں شرک اور بدعت
رہا ہے یہی شیوہ اہلِ ضلالت
تصوّر کا معنٰی ہے احضارِ صورت
خدا کے تصوّر کی صورت نہ مورت
ہوا ماسوا اللہ کا جائز تصوّر
نہ شرک اور بدعت نہ جائے تحیّر
تصوّر نے رکھی ہے بنیادِ عالم
تصوّر صدقہ ہے ایجادِ عالم
فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ سے عیاں ہے
مشارٌ اِلَیْہ کُنْ کا اس میں نہاں ہے
محبّت سے ہوتا ہے پیدا تصوّر
محبّت پہ ہوتا ہے شیدا تصوّر
محبّت سے خالی نہیں کوئی انساں
اگر ہے کوئی تو وہ ہے محض بیجاں
نہ تصویر آنکھوں میں اترے نواندھی
نہ ہو ذہن میں کچھ تو ہے زبان گنگی
تصوّر ہے علم اور تعلیم کی جاں
بغیرِ تصوّر ہے انساں کی ناداں
تصوّر سے تسکین پاتے ہیں عاشق
تصوّر پہ قربان جاتے ہیں عاشق
تصوّر تپِ ہجر کی اک دوا ہے
تصوّر سے ہوتی دلوں کو شفا ہے
تصوّر ہی تو ہے مقدمہ طلب کا
اثر اس میں دیکھا ہے طالب غضب کا

یہی شوقِ دیدار کی ابتدا ہے
وصالِ صنم کی یہی انتہا ہے
تصوّر میں تو کچھ برائی نہیں ہے
مگر جن کے نفسوں میں وہ جاگزیں ہے
تصوّر دکھاتا ہے منزل کا رستہ
جسے پا نہیں سکتے ہیں پا شکستہ

(باقی آئندہ)

(راقم فقیر محمد اللہ دتا عفا اللہ تعالےٰ عنہ کنجاہی)

طالب گنہگار بہ بارگاہِ غفار بموقعہ حج سنہ ۵۵ء

گنہگارم۔ گنہگارم۔ گنہگار!!
تو ستاری تو ستاری و ستار
نہاں کے مانند از تو کرد نہا
نہاں دار از نگاہِ اہلِ دنیا
لیے نام لغائیت شرمسارم
توئی غفار جز تو کس ندارم
طفیلِ بندگانِ مخلصانت
طفیلِ اولیائے امتانت
طفیلِ پاکبازانِ نبوت
طفیلِ حضرتِ شاہِ رسالت
طفیلِ خاندانِ بارگاہت
خداوندا طفیلِ ذاتِ پاکت
ببخشا طالب جانِ حزیں را
مریدِ شاہِ جماعت کمترین را

ارشادات جناب مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

(از رشحات) از مہر عبد الحق صاحب منیجر

۱۔ آپ نے کسی تقریب میں ارشاد فرمایا۔ کہ اصالت اہل تحقیق کے نزدیک یہ نہیں ہے۔ کہ کسی کے آباؤ اجداد اُمراء اور وزراء کی نسل سے ہوں۔ یا کہ فاسقین ظالم کے سلسلہ میں منتظم ہوں۔ بلکہ اصالت وہ حسن جوہر ہے۔ جو ذات انسانی میں ہوتا ہے۔ جیسے فطرت سلیم اور سرشت پاک۔ اور جو چیز کہ افراد انسانی میں اسکو لوگ اصل جانتے ہیں وہ عین بداصلی ہے۔

۲۔ فرمایا۔ بدذات آدمی جب چاہتے ہیں کسی کی عیب جوئی کریں۔ اول وہ برائیاں جو ان کی اپنی ذات میں موجود ہوتی ہیں۔ ان کی زبان پر جاری ہوتی ہیں۔ اور وہ ان کی فہم سے نزدیک تر ہیں۔

۳۔ فرماتے تھے۔ کہ تمام فقرا اور سائل پر شفقت اور رحمت کرنا لازم ہے۔ بُرے بھلے سے لقمہ دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ اس میں سنکر کرنی چاہیئے۔ کہ ان کا پیدا کنندہ کون ہے۔ جنید اور شبلی کی حاجت نہیں۔ کہ اس کے ساتھ احسان کیا جائے۔ اور کوئی عالی ہمت اور پرہیزگار گدائی کو اس شخص کے دروازہ پر نہ آئے۔ کہاں سے ثابت ہے۔ کہ اس گدائی اور لباسی مجبوں میں کوئی صاحب دولت نہیں ہے۔ اور اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ اولیاء حق سبحانہ اپنا حال ٹکڑے گداؤں کی صورت میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

۴۔ ایک دن آپ نے کسی سے پوچھا۔ کہ کس کام میں ہو۔ اس نے جواب میں عرض کیا۔ کہ حضوری میں ہوں۔ اور عافیت کے دامن میں پاؤں (یعنی اغوطہ) میں فراغت سے بیٹھا ہوں حضور مولنا نے فرمایا۔ کہ حضوری اور عافیت یہ نہیں ہے۔ کہ تو گاڑھے گزی کے کپڑے میں پاؤں لپیٹے گوشہ میں بیٹھے۔ عافیت یہ ہے۔ کہ اپنے آپ سے تو رہا ہوا ہو۔ اس وقت خواہ گوشہ میں بیٹھ یا آدمیوں میں۔

۵۔ فرماتے تھے۔ کہ جوانمردی کی نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ غمناک اور محزون رہے۔ کارخانہ الٰہی میں فارغ بیٹھنا خوب نہیں۔ جس کسی کو حزن اور اندوہ نہیں ہے۔ اس سے بوئی غفلت آتی ہے۔

اور جو کوئی حزن اور اندوہ میں ہو۔ اس سے بوئے جمعیت اور حضوری کی آتی ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی نسبت حزن اور اندوہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۶) فرمایا محبت ذاتی وہ ہے۔ کہ ایک کا ایک دوست ہو اور اس کا سبب معلوم نہ ہو۔ اور یہ لوگوں میں بہت کم ہے جو شخص کہ اس کو حق سبحانہٗ سے ایسی محبت پیدا ہو وہی اس کو محبت ذاتی کہتے ہیں۔ اور یہ بہترین اقسام محبت ہے۔ نہ یہ کہ جب لطف دیکھے دوست رکھے۔ اور جب سختی دیکھے بے قیل ہو جائے۔

(۷) کوئی شخص آپ کے سامنے کہتا تھا۔ کہ فلاں درویش نے ذکر جہر بہت کیا ہے۔ خالی زبان سے نہیں معلوم ہوتا۔ فرمایا وہی ذکر زبانی قیامت کے دن اس کو کفایت ہے اس ذکر زبانی سے نور پیدا ہوتا ہے۔ کہ تمام صحرائے قیامت کو روشن کرے۔ اور فرمایا کہ ذکر جہر میں ایک خاصیت ہے۔ جو ذکر خفیہ کو نہیں ہے۔ کہ جب نفس مفہوم ذکر کے سمجھنے میں متحقق ہو گیا۔ اولاً متخیلہ اس لفظ کے تخیل سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور دوسرے وقوف ناطقہ تکلم سے۔ تیسرے قوت سامع سماع سے چوتھے ذوق متخیلہ دوسری بار۔ اور اس طرح نفس اور قوت متخیلہ اور یہ ایک حرکت دوریہ ہے۔ جو موافق حرکت دوریہ وجود کا ہے۔ اور اس کے ساتھ متحقق ہوئے طلب میں حرکت معنوی اس حرکت کی نسبت کہ اس حرکت معنوی کی صورت ہے۔ مددگار اس تحقیق کے حصول کی ہے۔

(۸) ایک دن ایک شخص نے آپ کی مجلس شریف میں ذکر کیا۔ کہ ایک اکابر نے لکھا ہے۔ کہ حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ انا جلیس من ذکرنی ترجمہ میں ہم نشین اس کا ہوں۔ جو میرا ذکر کرے۔ جس کا یہ حال ہو۔ وہ ذکر جہر کیونکر کرے فرمایا کہ جبو قت سونا شائستہ کام اور ناخوش فعل اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ ملاحظہ میں ہے۔ کہ کس طرح ذکر جہر میں یہ ملاحظہ کرتے ہیں حق سبحانہٗ بظاہر و باطن سب کا محیط ہے۔ ذکر جہر ہی خوب ہے۔

(۹) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ تصوف کم بیان فرماتے ہیں فرمایا۔ کہ آں گاہ کہ یک دیگر را زمانے بازی داریم۔

(۱۰) فرماتے تھے۔ اولیاء اللہ قدس اللہ ارواحہم کے کلمات قدسیہ مشکوٰۃ حقیقت حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اقتباس کئے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن اور حدیث کی تعظیم واجب ہے۔ تعظیم کلام اولیاء اللہ بھی لازم ہے۔ ان کی باتوں کے ساتھ ادب اور حرمت کے ساتھ زندگی کرنی چاہیئے۔ تاکہ کوئی شخص اپنے سے تمتع حاصل کرے۔

(۱۱) ایک دن کسی شخص نے پوچھا۔ کہ مولانا شیخ کمال الدین عبدالرزاق

رحمۃ اللہ نے اپنے ایک تصنیف میں بسم اللہ کے معنے بالانسان الکامل لکھا ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ معنے بہت مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ عبارت تفسیر لفظ اسم کی ہے نہ کہ اللہ کی۔

(۱۲۳) ایک دن فرمایا کہ آج ہماری خاطر میں آیا۔ کہ ہم نے کہیں سے دیکھا کہ مظہر حقیقت عالی کی صورت بعکس ہے۔ آئینہ کے اندر نہ کہ عین آئینہ اس واسطے مظہر وہ ہے۔ کہ حکایت اور نقل کرنے والا ظاہر حال ہی۔ اور احکام اور اوصاف اُس کے اس مظہر میں ظاہر ہوں اور جو شے آئینہ کی ہر حالت نہیں ہے۔ اس بات سے غرض آپ کی دوسری چیز تھی۔ اس تمثیل سے فرمایا۔

اعلان

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام حاجی مہر عبدالحق مینجر رسالہ انوار الصوفیہ ہونی چاہیئے۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ

مژدۂ جانفزا

یارانِ طریقت عقیدتمندان و حلقہ بگوشان سرکار علی پوری نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں دلی مسرت سے یہ خوشخبری پیش کی جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم اور رحمت عظیم سے ان دلی دعاؤں اور قلبی التجاؤں کو شرف قبولیت عطا کی اور ان کی دلی مراد اور تمنا پوری ہوگئی۔ اور اگرچہ کابینہ وزارت کا یہ حکم تھا۔ کہ اعلیٰ حضرت امیر الملت والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ورثا کو لائل پور کے اربن ایریا (شہری رقبہ) میں جو اراضی زرعی ہو وہ منتخب اور منظور کریں۔ دی جائے مگر ہمارے بڑے مہربان نے اپنے چند روزہ نشہ میں اب بھی ہماری مخالفت اور ایذا رسانی میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنے شریک مکان افسر کو اگرچہ وہ دل سے جانتے اور تسلیم کرتے تھے۔) ہماری مخالفت کے لئے مجبور کیا۔ اور اس صاحب نے ہم کو ناقص اراضی الاٹ کی جس کے وقف ہونے کے لئے معنی کچھ نہ تھے۔ کیونکہ وہ نہ صرف بنجر بلکہ ناقابل کاشت تھے۔ اور اس میں قابلیت پیداوار کوئی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل رہا۔ اور عندالاپیل وہ حکم منسوخ ہو کر اچھی اراضی اندرون شہری حدود اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں برگزیدہ اولاد سرکار علی پوری کے حق میں الاٹ ہوگئی۔

ہم نے سابقہ نمبر رسالہ میں عرض کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ آیت وَلِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُولِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یعنی عزت ہر حال میں اللہ اور اُس کے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور مومنین بندوں کو ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے عطا ہوتی ہے۔ مگر منافق اس بات کو نہیں جانتے۔ کاش خداوند کریم

کے اس انتباہ کو ہی وہ اصحاب جو وقف اراضیات جن کا مالک صرف خدا ہی ہوتا ہے۔ اور جسکی پیداوار خدائی احکام کے اجرا برائے معارف مدرسہ نقشبندیہ و تعلیم و تربیت طلباء و علوم دین۔ دلنگر اور روضہ سرکار علی پور می پر خرچ کی جاتی ہے۔ دینی کام ہے۔ رفاہ عام کا اور دارین کی بہتری اور بہبودی۔ فلاح اور نجات کا کام ہے۔ اس میں کیوں رخنہ اندازی کی جائے۔ اس کی مخالفت کیوں کی جائے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اس کار خیر میں بھی اپنے شقاوت اور کور باطنی کا ہی ثبوت پیش کر کے اپنے نامۂ اعمال میں ایک ایسے ناجائز عمل اور فعل کی زیادتی درج کرائی ہے۔ جسکی نہ تو مثال آپ کو نظر آئیگی۔

یہ ہیں وہ اصحاب جن کو منّاع الی الخیر کے نام سے قرآن پاک نے یاد فرمایا۔ افسوس ہمارے سابقہ تحریر کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور ہونا بھی کس طرح۔ کیونکہ بحکم شعر ؎

با آب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد ٭ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

مگر ہم کو ان سے کوئی عداوت کوئی کینہ نہیں ہے۔ نہ ہم کو کوئی خواہش ان سے انتقام کی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو نیک فی الی اور چشم بصیرت عطا

(رُباعی)

ما عادتِ خود بہانہ جوئی نکنیم ٭ جز راست روی کو نیکہ خوئی نکنیم
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند ٭ گہ دست دہد بجز نکوئی نکنیم
کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ٭ آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

۷۸۶

خطبۂ نبوی[۱۶]

لوگو طاعت سے ہو تم آراستہ
آخرت کو اپنی خاطر لو بنا
اور سمجھ لو کہ تمہیں بھی عنقریب
حاضری ہوگی وہاں پیشِ خدا
یا سوائے خاص صدقہ جاریہ
دیکھو گے اعمال اپنے مرسلہ
زینتِ دنیا نہ دھوکا دے تمہیں

ترجمۂ منظوم

اور لباسِ تقویٰ سے پیراستہ
سعی سے لے لو ٹھکانا پُر فضا
کیونکہ رحلت یاں سے ہوگی اے غریب
اس جگہ اعمالِ صالح کے سوا
کوئی بھی نہ چیز دے گی فائدہ!
اور واں پہ اُن کا پاؤ گے صلہ
تا کہ وہ جنت سے نہ روکے تمہیں



اُٹھ گیا پردہ رفع شک ہو گیا
سب یہ انجام اپنا ظاہر ہو گیا

اخبار

۱- اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ کہ آستانہ عالیہ علی پور شریف میں ہر طرح سے خیریت ہے۔ اعلیحضرت سراج الملت مولانا الحاج امام الاولیا۔ والاصفیا عالیجناب حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ اعلیحضرت امیر الملت والدین نور اللہ تربتہ آجکل آستانہ عالیہ میں تشریف فرما ہیں۔ مغربی پاکستان کے دور دراز کے بلاد و امصار سے اور مضافات برائے قدم بوسی و فاتحہ خوانی حاضر ہو رہے ہیں۔ اور اپنی دلی تمناؤں کے لئے حضور سراج الملت کی دعاؤں سے متمتع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر یار طریقت اور غلام و عقیدتمندان کی آرزو کو ان پاک بندوں کے صدقہ میں پورا کرے۔ حضور کا ارادہ ۱۲ جنوری تک تو ضرور آستانہ عالیہ میں قیام فرمانے کا ہے۔ بعد ازاں ایک تقریب شادی کی شمولیت کے لئے لاہور تشریف لے جائیں گے (۲) عالیجناب حضرت مولانا الحاج پیر نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی دکن حیدر آباد اور ریاست میسور کی طرف تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ بہت جلدی ہی مراجعت فرمائے آستانہ عالیہ ہونے والے ہیں۔ (۳) عالیجناب حضرت مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب حصول اراضی کے سلسلہ میں لائل پور میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور بفضلہ تعالیٰ ۲۱ جنوری سے پیشتر ہی علی پور شریف آنے والے ہیں۔ (۴) باقی جملہ صاحبزادگان عالی مقام۔ حضرت مولانا الحاج پیر سید انور حسین شاہ مولانا پیر سید بشیر حسین شاہ مولانا پیر سید نذیر حسین شاہ اور مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب اور جناب حاجی پیر سید احمد حسین شاہ صاحب علی پور شریف میں رونق افروز ہیں۔ (۵) خدا تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے۔ کہ کنسٹیٹیوئنٹ اسمبلی کراچی نے آئین ملک (پاکستان) کا مسودہ قانون (بل) اسمبلی میں پیش کر دیا۔ اور مسودہ قانون ہر لحاظ سے قابل منظوری ہے۔ اور شکر ہے۔ کہ اسمبلی نے اسلامی قانون جہانداری اور جہانبانی پر عمل کرنے کا مسودہ بل پیش کیا ہے۔ اسلامی قانون ہر قسم کا موجود ہے۔ تمام اسلامی ممالک فقہ حنفی (Hanfi [illegible]) کے قانون پر عمل ہوتا رہا ہے۔ خدا کرے کہ پاکستان میں جہاں غالب اکثریت احناف کی ہے۔ حنفی قانون کو ہی رائج کیا جائے۔ اور دیگر فرقہ اسلامی مثلاً اہل تشیع وغیرہم کو ان کے اعتقادات اور مذہب کے مطابق ان کے تنازعات فیصلہ کئے جاویں۔ اس اہم کام کی تکمیل کے لئے جناب عزت مآب چوہدری محمد علی صاحب وزیر قابل مبارکباد اور مستحق ستائش ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو پاکستان کی بنیادیں مستحکم اور مضبوط بنانے میں امداد اور اعانت عطا کرے اور پاکستان ایک مضبوط ترین اسلامی مملکت بن جائے۔ پاکستان زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد۔